السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

صاحب تقویۃ الایمان نے آنحضرت ﷺ کو بڑا بھائی کہا ہے، حالانکہ تمام انبیاء آپ کی تابعداری کرنے اور امتی ہونے کی خواہش کرتے رہے اور اگر حضور نے اپنے آپ کو صحابہ یا امت کا بھائی کہا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم بھی ان کو اپنا بھائی کہیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

معترض کا یہ اعتراض بھی صاحب تقویۃ الایمان کے فائدہ پر جو انہوں نے حدیث اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم کے تحت لکھا ہے، سراسر جہالت اور قرآن مجید و حدیث شریف پر عدم عبور کی بنا پر ہے، اور یہ اعتراض دو طرح پر مردود ہے۔

وجہ اوّل یہ ہے کہ مسلمان آپس میں خواہ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ ایک اصل ایمان کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر بھائی بھائی ہیں یعنی ایمان اور اسلام بمنزلہ باپ کے ہے اور تمام مسلمان دینی بھائی ہیں اور دینی اور اسلامی نسبت سب سے اشرف و اعلیٰ ہے اور کافر بھی اپنی ملت کفریہ کی وجہ سے آپس میں بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ ''مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں'' یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اَخ (بھائی) کی جمع دو طرح سے آتی ہے ایک اخوة اور دوسری اخوان، اہل لغت کہتے ہیں کہ اخوة حقیقی بھائیوں کی جمع کے لیے آتا ہے اور اخوان دوستی کی وجہ سے بھائی کی جماع پر بولا جاتا ہے اور یہاں جمع اخوة ہے یعنی مسلمان سب آپس میں حقیقی بھائی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لفظ مومنون اور مسلمون عام ہیں، جس سے مسلمانوں اور مومنوں کا کوئی فرد بھی باہر نہیں ہے اور آنحضرت ﷺ کو اس سے خارج کرنا تخصیص بلا مخصص ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم بدحال لوگوں کو آنحضرت ﷺ سے کیا نسبت؟ لہٰذا آپ کو عموم نص ''انما المنون اخوة'' سے خارج سمجھا جائے گا۔ اور اس طرح آپ کو ''بڑا بھائی'' کہنا جائز نہ ہوگا اور اس صورت میں آپ پر بھائی کا اطلاق کرنا سراسر بے ادبی اور گناہ ہوگا۔ تو میں اس کے جواب میں تفسیر کبیر کا اقتباس پش کرتا ہوں کہ لکھتے ہیں ''جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ بجالانے کا حکم دیا تو شیطان نے اس نص کو بالکلیہ رد نہیں کیا، بلکہ اپنے آپ کو اس آیت کے عموم نص سے قیاس کی بنا پر خاص کرلیا اور کہا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شیطان نے قیاس کو نص پر مقدم کیا اور اس سبب سے ملعون ہوگیا اور یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ قیاس کی بنا پر نص کی تخصیص کرنا حقیقت میں قیاس کو نص پر مقدم کرنا ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ اب اس آیت کے عموم کو قیاس کی بنا پر خاص کرنے والے اپنے متعلق سوچیں کہ وہ کون ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت عائشہؓ کا رشتہ پوچھا تو حضرت ابوبکرؓ نے اخوت اسلامی کی بنا پر عرض کیا یا حضرت میں تو آپ کا بھائی ہوں، تو آپؐ نے فرمایا، ہاں واقعی تو میرا اسلامی بھائی ہے لیکن اس سے حرمت نکاح ثابت نہیں ہوتی، نکاح کی حرمت نسب یا رضاع سے ثابت ہوتی ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے کہ ''اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوة ادا کریں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اب اس آیت اور اوپر کی حدیث سے آنحضرت ﷺ کا بھائی ہونا ثابت ہوا ''اخوانکم'' میں ضمیر 'کم'' کے اوّلین مخاطب تو آنحضرت ﷺ ہی ہوں گے کیونکہ وحی اصالةً آپ ہی کی طرف آتی تھی اور دوسرے مسلمان بعد میں مخاطب تصور ہوں گے۔

پس قرآن مجید کی دونوں آیات اور حدیث، آنحضرت ﷺ کو ہمارا بھائی بنا رہی ہیں اور چونکہ آپ کا ایمان ساری دنیا والوں کے ایمان سے بھی ہزارہا بلکہ کروڑہا گنا زیادہ ہے۔ لہٰذا آپ بڑے بھائی ہوں گے اور باقی تمام امت چھوٹے بھائی۔

اس کے بعد اس حدیث پر بھی غور فرمائیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ قبرستان میں تشریف لائے، مردگان کے لیے دعا فرمائی اور کہا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں آپ نے فرمایا، تم میرے بھائی ہو، میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے بعد میں آئیں گے۔

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ نے صحابہ کے بھائی ہونے کی نفی نہیں فرمائی بلکہ ان کی ایک اور فضیلت بیان کردی جو بھائی ہونے کے علاوہ ان کو نصیب تھی، شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کو آنحضرت ﷺ کی ذات نصیب ہوئی اور ہمیں ان کا اسم گرامی ملا، ہم نے جب اس اسم کی رعایت ذات کی طرح کی اور پھر ہمارے دلوں میں آنحضرت ﷺ کے دیدار کی حسرت بھی رہی تو ہمارا اجر بہت بڑھا دیا گیا، ہم کو بھائی کا درجہ نصیب ہوا اور ان کو صحابی کا''

تو ان تصریحات کی روشنی میں صاحب تقویۃ الایمان کی عبارت بالکل صحیح ہے اور معترض متعصب اور نادان ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے جو یہ لکھا ہے کہ ''انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو، وہ بڑا بھائی ہے، سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی چاہیے نہ خدا کی سی'' الخ، تو یہ جاہل مسلمانوں اور بعض بے وقوف صوفیوں کے قول کی تردید کے لیے لکھا ہے، جو کہ آنحضرت ﷺ کو لوازم بشریت سے نکال کر بجائے منصب رسالت و نبوت کے مرتبہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں اور ناممکن افعال جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے خاص ہیں، ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس طرح کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں، چنانچہ وہ لوگ تو یہاں تک پہنچ گئے کہ آنحضرت ﷺ کو مجسم خدا ماننے لگے اور کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ تو اسم اللہ سے پیدا ہوئے اور دوسری تمام مخلوقات

دوسرے اسماء سے اور اس میں اتنا غلو کیا کہ کہنے لگے کہ جب اللہ کا اسم متعین ہوا تو اس کا نام محمدؐ ہوگیا اور اگر محمد مطلق ہوجائے تو اللہ بن جائے، نعوذ باللہ من ہذا الخرافات، ہندو مہادیو اور رام چند کو خدا کا اوتار کہتے ہیں، یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں، ان کی یہ بات عیسائیوں کے فرقہ یعقوبیہ کی طرح ہے، جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہا، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام میں خدا نے حلول کیا تھا یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے ایسے افعال صادر ہوتے تھے، جو خدا کے ساتھ مختص ہیں۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے موضح القرآن میں آیت قد لا اقول لکم عندی خزائن اللہ الایۃ کے تحت لکھا ہے کہ ''پیغمبر آدمی کے سوا اور کچھ نہیں ہوجاتے کہ ان سے محال باتیں طلب کرے ایک اندھے اور دیکھتے کا فرق ہے''

تفسیر کبیر میں امام رازی نے اسی آیت کے تحت لکھا ہے ''آپ ان سے کہہ دیں کہ میرا کام تو صرف انذار اور تبشیر ہے، میں اللہ تعالیٰ سے زبردستی کوئی چیز نہیں منوا سکتا اور آپ نے تین چیزوں کی نفی فرمائی، میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں، میں غیب نہیں جانتا اور میں فرشتہ نہیں ہوں، اس لیے کہ وہ کہتے تھے اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہمیں دولت مند بنا دیجئے، اگر یہ نہیں کر سکتے تو کم از کم ہمیں غیبی خبریں ہی بتا دیجئے تاکہ ہم چیزوں کے نرخ معلوم کرکے نفع حاصل کر سکیں، اگر یہ بھی نہیں ہوسکتا تو کم از کم خود ہی ہماری سطح سے بلند ہوکر دکھائیے، کھانے پینے کی محتاجی جیسے ہم کو ہے تم کو نہیں ہونی چاہیے، تو ان کا ایک ہی جواب دیا گیا کہ میں تو صرف ایک انسان ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔''

دیکھئے صاحب تفسیر کبیر کی تقریر بھی تو صاحب تقویۃ الایمان ہی کی طرح ہے اور شاہ عبدالعزیز سورہ جن کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''جاننا چاہیے کہ ذکر اور عبادت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے اپنے معبود کو کسی مقام پر بلایا جائے تو جیسے بادشاہ کو کسی جگہ اجلاس کرنے کی دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ ہی کسی اور کو بھی دعوت دے دی جائے، تو یہ بادشاہ کی انتہائی توہین ہے، ایسا ہی اگر خدا تعالیٰ کو پکاریں اور اس کے ساتھ کسی اور کو بھی پکاریں تو اس سے خدا تعالیٰ کی توہین ہوتی ہے۔ وانہ لما قام عبداللہ یعنی جب بندہ خدا تعالیٰ کو پکارنے اور اس کی عبادت کرنے لگا تو جنوں اور انسانوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ مقبول الدعوات ہوگیا، حق تعالیٰ نے اس پر تجلی فرمائی ہے تو اس پر تہ بر تہ گرنے لگے۔ کوئی اس سے فرزند کا طلب گار ہوا، کوئی رزق کی فراخی کا، کوئی صحت اور خوش حالی کا، اور اس کے اوقات کو پریشان کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ ان سے کہہ دیں کہ میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں کہ وہ میرے ظلمت کدہ دل کو پریشانی اوقات کی ظلمت سے منور کردے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا اور جب میں خود اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے لیے تیار نہیں تو میں یہ کب گوارا کر سکتا ہوں کہ کوئی مجھ ہی کو خدا کا شریک بنانے لگے اور اگر ان دونوں فرقوں کو آپ سے نفع و نقصان کی امیدیں ہوں تو صاف کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے نفع و نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں اور اگر خدا کی نافرمانی اور بے ادبی اور گستاخی کرکے آپ کے دامن میں پناہ لینا چاہیں تو آپ کہہ دیں کہ خود میرے لیے بھی خدا کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔

اور معترض نے صاحب تقویۃ الایمان مولانا اسمٰعیل شہید کی جس عبارت پر اعتراض کیا ہے وہ اس حدیث کا فائدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے، ایک اونٹ نے آکر آپ کو سجدہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چارپائے جانور اور درخت آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہمارا زیادہ حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں تو آپ نے فرمایا، اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

جانور اور درخت چونکہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں، لہٰذا ان کو اس سے روکا نہیں جاسکتا اور جن و انس چونکہ مکلف ہیں اور شریعت میں حکم ہے کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے، لہٰذا انسانوں کو اس سے منع فرمایا گیا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کا درختوں اور جانوروں کے سجدہ پر قیاس کرکے خود سجدہ کرنا حضور کے نزدیک مقبول نہ ہوسکا، کیونکہ یہ قیاس مع الفارق تھا، لہٰذا آپ نے فرمایا اپنے رب ہی کی عبادت کرو اور میری عزت کرو، بخاری کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا، میری تعظیم میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا، کہ ان کو عبدیت کے مقام سے نکال کر الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا تم یہی کہتے رہنا کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور اس مرتبہ میں مجھ کو وہ مقام بخشا ہے جو دوسرے لوگوں کو نصیب نہ ہوا، میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، فخریہ نہیں کہتا بلکہ حقیقت کا اظہار کرتا ہوں۔

غافل مزاج معترض کو سورہ اعراف کی تلاوت بڑے غور سے کرنی چاہیے کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء کو مشرکین کا بھائی قرار دیا ہے، حالانکہ قرآن کی نص کی رو سے مشرک ناپاک ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا'' آلایۃ اور ''ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا'' اور ''مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا'' آلایۃ

پس اس صورت میں اگر مولانا شہید نے بہت سے جہلاء کے فاسد عقیدہ کی تردید میں جو کہ آپ کو خداوندی مقام پر پہنچا دیتے ہیں اور مختار کل جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی لکھ دیا ہے تو شرعی لحاظ سے اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ اعتراض تو تب ہوسکتا کہ وہ یہ لکھتے کہ انبیاء و دیگر اہل تمکین اور بزرگان دین اپنے خصائل مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں، کلا و حاشا کہ کوئی ادنیٰ آدمی بھی ایسا لکھے، چہ جائے کہ مولانا صاحب مرحوم ایسا لکھتے، چنانچہ میرے اس دعویٰ پر تقویۃ الایمان ہی کی بہت سی عبارتیں گواہ ہیں، بطور مشتے نمونہ از خروارے تین چار عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔

اولاً اسی مقام پر غور فرمائیں کہ یہاں ''بڑا ہو یا چھوٹا'' درجات کے تفاوت کی اطلاع دے رہا ہے۔

ثانیاً ''قل لا املک لکم ضرا ولا رشدا'' کے تحت لکھتے ہیں کہ ''سب بڑوں کے بڑے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات دن اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے''

ثالثاً آیت ''قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا'' کے تحت لکھتے ہیں کہ ''اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں'' الخ

رابعًا... اعرابی کی حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں ''سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللّٰہ کی تو اس دربار میں یہ حالت'' الخ

عجیب معاملہ ہے کہ مولانا شاہ اسماعیل صاحب تو شریعت کی بے ادبی کرنے والوں کو بے ادب فرماتے ہیں اور یہ لوگ مولانا ممدوح ہی کو بے ادب کہنے لگے۔ اب مولانا ممدوح کے اس دو ورقہ رسالہ کا مضمون نقل کیا جاتا ہے جو انہوں نے سید عبداللہ بغدادی اور دوسرے معترضین کے جواب میں لکھا تھا، علمائے کرام سے درخواست ہے کہ وہ اس مضمون کو تعصب چھوڑ کر بغور ملاحظہ فرمائیں، پھر ان اعتراضات کی قلعی خود بخود ان پر کھل جائے گی اگر انصاف سے کام نہ لیا جائے تو بہت سے منکرین نے تو قرآن پر بھی اعتراض کر دیئے تھے۔ ان کو جواب یہی ملا تھا کہ ''یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین'' آلایۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کی اولاد سے تعلق رکھتی ہے حمد وصلوۃ کے بعد میں اس ذات شریف کی خدمت اقدس میں سلام کا ہدیہ پیش کرتا ہوں، جو اسلام کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہونے کے علاوہ نسبی لحاظ سے بھی حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی یعنی سید عبداللہ بغدادی عالم ربانی کی خدمت میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے جب ہندوستان کے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ شرک و بدعات میں مبتلا ہیں اور واہیات دلائل سے استدلال کر کے قبروں کی پرستش کرتے ہیں، ان سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں، تو ان کی تردید کے لیے ایک رسالہ تصنیف کیا۔ جس میں قرآنمجید کی چھبیس آیات سے استدلال کیا اور سہولت کے لیے ہندی زبان میں ان کا ترجمہ بھی کر دیا اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس رسالہ کی بدولت ہزارہا مردوں اور عورتوں کے عقیدے درست ہوگئے لیکن بعض جاہلوں نے اس پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے، مجھے معلوم ہوا کہ میرا وہ رسالہ آنجناب کی خدمت میں پڑھا گیا ہے، آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ ''بات تو صحیح ہے لیکن عدم اختیار اور مخلوقیت کے باب میں نبیوں اور عوام الناس اور بتوں کو برابر کر دیا ہے اگرچہ یہ بات ہمارے عقیدے میں شامل ہے لیکن یہ ایک طرح کی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اس کے لیے کوئی دلیل ہونی چاہیے کیونکہ بت ناپاک ہیں، ان کو آنحضرت ﷺ کے برابر کیسے کیا جا سکتا ہے۔

اس کے جواب میں گذارش ہے کہ میرے رسالہ کی یہ عبارت ان لوگوں کے عقائد کی تردید میں واقع ہوئی ہے، جو کہتے ہیں کہ بتوں سے مدد مانگنا یا ان کی عبادت کرنا منع ہے، نبیوں اور ولیوں سے مدد مانگنا یا ان کی پوجا کرنا منع نہیں ہے، میں نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ حقیقی استعانت عقل کے نزدیک صرف اسی سے جائز ہو سکتی ہے جس کا تدبیر عالم میں پورا اختیار ہو اور یہ تو قرآن کی قطعی نصوص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو اختیار نہیں ہے تو نبیوں کو اس امر خاص یعنی سجدہ کرنے، بارش برسانے اور اولاد عطا کرنے وغیرہ میں دوسری مخلوقات اور بتوں سے ترجیح نہیں ہے اور ان کی عنداللہ قربت اور کمالات وفضائل کا ہرگز انکار نہیں ہے، لیکن ان چیزوں کا ربوبیت اور الوہیت میں کوئی دخل نہیں ہے۔

آنجناب کی ذات سے بڑا تعجب ہوا کہ جب آپ یہ اقرار کرتے ہیں کہ ''یہ بات صحیح ہے اور عقیدے میں داخل ہے'' تو پھر آپ اسے سوءادبی کیوں فرماتے ہیں، کاش مجھے اس بات کی سمجھ آ جائے کہ جب ایک چیز دلائل سے ثابت ہو، عقیدے میں شامل ہو، تو پھر وہ بے ادبی کس طرح بن جاتی ہے، آپ کا کلام اجتماع ضدین کی طرف اشارہ کرتا ہے اور پھر سند تو اس چیز کی طلب کی جاتی ہے جو دلیل سے ثابت نہ ہو۔ اگر ایک چیز اجمالی طور پر قرآن مجید میں موجود ہو اور اس کی تفصیل کر دی جائے تو اس میں جرم کیا ہے اور اس کی دلیل اور کیا درکار ہے؟ یہ تو آپ کو تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ''آپ کہہ دیں میں تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں، میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے'' اور یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ''مثلکم'' کے مخاطب مشرک لوگ ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے بشریت میں رسول اللہ ﷺ کو مشرکوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دے دی حالانکہ خود خداوند تعالیٰ نے مشرکوں کی نجاست قرآن مجید میں ''انما المشرکون نجس'' کہہ کر بیان کر دی ہے۔

باقی رہا بتوں کا معاملہ تو ان میں نجاست ذاتی نہیں، ورنہ تمام پتھر ناپاک ہوتے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، ان میں جو نجاست آئی ہے وہ مشرکوں کے عمل سے آئی ہے، تو معلوم ہوا کہ مشرک بتوں سے بھی زیادہ ناپاک ہیں اور پھر بھی خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مشرکوں سے تشبیہ دی ہے اور اگر آپ یہ کہیں کہ ایسا لکھنے کا فائدہ کیا تھا تو اس کا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مشرکین کے فاسد عقائد کی تردید کرنا مقصود ہے۔

میں جانتا ہوں کہ ایک پنجابی آدمی آپ کو وسوسے ڈالتا ہے، اے شیخ آپ اس کے حالات سے واقف نہیں ہیں، وہ ایک مخبوط الحواس اور جاہل آدمی ہے اور حقیقۃً دجال کا نائب ہے، کیونکہ کبھی وہ کہتا ہے کہ میں محبوب سبحانی کا بندہ ہوں، کبھی کہتا ہے شیخ عبدالقادر جیلانی دنیا کے رازق ہیں، نعوذ باللہ من ہذہ الکلمات الکفریۃ، ایسی باتیں تو کوئی جاہل بھی نہیں کہہ سکتا، چہ جائے کہ کوئی عالم کرے، جناب سے درخواست ہے کہ آپ اس کی باتوں پر اعتبار نہ کریں وہ ایک سامری آدمی ہے، اللہ اسے ہدایت دے۔

ھ میں، میں کانپور میں مقیم تھا کہ جاہلوں نے سید بغدادی کے دل میں وسوسے ڈالے جب میرا یہ خط آپ کے پاس پہنچا تو وہ معذرت کرنے کے لیے تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کے رسالہ کا مضمون بالکل صحیح ہے، 1240 چونکہ یہ رسالہ ہندی زبان میں تھا اور میں ہندی زبان سے ناواقف تھا، اس آدمی نے آپ کے کلام کا غلط ترجمہ کر کے مجھ کو بہکایا اور آپ پر بہت سے الزام لگائے، اب آپ ناراض نہ ہونا'' (شاہ اسماعیل شہید کے رسالہ کا مضمون ختم ہوا)